اسلام کے قوانین جنگ۔۔ایک تحقیقی جائزہ

حسام الدین*

جنگی قوانین کے حوالہ سے فوجوں کی روانگی کے وقت جنگی برتاؤ کے متعلق ہدایات دینے کا طریقہ، جن سے انیسویں صدی کے وسط تک مغربی دنیا نابلد تھی، ساتویں صدی عیسوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کیا تھا۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ کسی سردار کو جنگ پر بھیجتے تو اسے اور اس کی فوج کو پہلے تقویٰ اور خوف خدا کی نصیحت کرتے پھر فرماتے:

اغزوا بسم اللہ و فی سبیل اللہ قاتلوا من کفر باللہ
اغزو و لا تغدروا و لا تغلوا و لا تمثلوا و لا تقتلوا ولیدا (۱)

ترجمہ:

"جاؤ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو اللہ سے کفر کرتے ہیں مگر جنگ میں کسی سے بد عہدی نہ کرو غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو۔"

اسی طرح جب حضرت ابو بکرؓ نے شام کی طرف فوجیں روانہ کیں تو ان کو دس ہدایتیں دی تھیں جن کو تمام مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے وہ ہدایات یہ ہیں۔

۱) عورتیں بچے اور بوڑھے قتل نہ کئے جائیں۔
۲) مثلہ نہ کیا جائے۔
۳) راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ان کے معبد مسمار کئے جائیں۔
۴) کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔
۵) آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔
۶) جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔
۷) بد عہدی سے ہر حال میں احتراز کیا جائے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

۸) جو لوگ اطاعت کریں ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کی جان و مال کا ہے۔
۹) اموال غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔
۱۰) جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔(۲)

اسی طرح اسیران جنگ اور سفراء کا قتل، معاہدین کا قتل، مجروحین جنگ کا قتل، غیر اہل قتال کا قتل، اعضاء کی قطع و برید، مردوں کی بے حرمتی، آگ کا عذاب، لوٹ مار اور قطع طریق، فصلوں اور بستیوں کی تخریب، بدعہدی و پیمان شکنی، فوجوں کی پراگندگی و بدنظمی، لڑائی کا شور و ہنگامہ سب کچھ آئین جنگ کے خلاف قرار دے دیا گیا اور جنگ صرف ایک ایسی چیز رہ گئی جس میں شریف اور بہادر آدمی دشمن کو کم سے کم ممکن نقصان پہنچا کر اس کے شر کو دفع کرنے کی کوشش کریں۔

اس اصلاحی تعلیم نے ۸ سال کی قلیل مدت میں جو عظیم الشان نتائج پیدا کئے ان کا بہترین نمونہ فتح مکہ ہے۔ ایک طاقت پر دوسری طاقت کی فتح اور خصوصاً دشمن کے کسی بڑے شہر کی تسخیر کے موقع پر وحشی عرب ہی میں نہیں بلکہ متمدن روم و ایران میں بھی جو کچھ ہوتا تھا اس سے کون واقف نہیں۔ آپ اس شہر میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوتے ہیں جس سے آٹھ ہی برس پہلے ان کو بری طرح تکلیفیں دے دے کر نکالا گیا تھا اور انہی دشمنوں پر فتح حاصل کرتے ہیں جنہوں نے ان فاتحوں کو گھر سے بے گھر کرنے پر ہی قناعت نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے جس جگہ جا کر پناہ لی تھی وہاں سے بھی ان کو نکال دینے کے لئے کئی مرتبہ چڑھ کر آئے تھے ایسے شہر اور ایسے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے مگر کوئی قتل عام نہیں کیا جاتا۔ کسی قسم کی لوٹ مار نہیں ہوتی کسی کی جان و مال اور عزت اور آبرو سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ پرانے اور کٹر دشمنوں میں سے بھی کسی پر انتقام کا ہاتھ نہیں اٹھتا۔ سالار فوج داخلہ سے پہلے اعلان کر دیتا ہے کہ جب تک تم پر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے تم بھی ہاتھ نہ اٹھانا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی منادی کی جاتی ہے کہ "جو کوئی اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا اسے امان ہے، جو کوئی ہتھیار ڈال دے گا اسے امان ہے اور جو کوئی ابو سفیانؓ کے گھر میں پناہ لے گا اسے بھی امان ہے (۳) پھر تکمیل تسخیر کے بعد فاتح سردار کے سامنے وہ دشمن ایک ایک کر کے لائے جاتے ہیں جنہوں نے اس شہر میں اس کو تیرہ برس تک انتہائی اذیتیں پہنچانے کے بعد آخر جلا وطنی پر مجبور کیا تھا اور جو گھر سے نکلنے کے بعد اس کو اور اس کے دین کو دنیا سے مٹانے کے لئے بدر و احد اور جنگ احزاب میں بڑی بڑی تیاریاں کر کے گئے تھے۔ یہ دشمن گردنیں جھکائے ہوئے

آکر کھڑے ہیں ۔ فاتح پوچھتا ہے " اب تم کیا امید کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا ؟ " (۴) مفتوح شرمساری کے ساتھ جواب دیتے ہیں کہ تو فیاض بھائی ہے اور فیاض بھائی کا بیٹا ہے (۵) اس پر فاتح کہتا ہے کہ " جاؤ تم سب آزاد ہو " آج تم سے کوئی باز پرس نہیں " لاتثریب علیکم الیوم (۶) اذھبوا فانتم الطلقاء! (۷)

یہ صرف جان ہی کی بخشش نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ فاتح اور اس کی فوج نے ان جائیدادوں کو بھی انہی کے حق میں معاف کردیا جو ۸ برس پہلے ان کی ملکیت تھی ۔

اگرچہ ان میں کچھ ایسے شدید دشمن بھی تھے جن کی ایذاء رسانی حد برداشت سے بڑھی ہوئی تھی وہ بھی اس خلق عظیم و عمیم سے بے فیض نہ رہے ۔ ہبار بن اسود جو فاتح کی جوان بیٹی سیدہ زینبؓ کا قاتل تھا عاجزی کے ساتھ مسلمان ہوا اور معاف کردیا گیا ۔ وحشی بن حرب جس نے فاتح کے نہایت محبوب چچا کو قتل کیا تھا مسلمان ہوا اور بخشا گیا ۔ ہندہ بنت عتبہ جو حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبا گئی تھی اپنی انتہائی شقاوت کے باوجود فاتح کے غضب سے محفوظ رہی اور آخر عفو و درگزر کا دامن اس کے لیے بھی وسیع ہوا جو سب سے بڑے دشمن اسلام ابوجہل کا بیٹا عکرمہ جو خود بھی بڑا دشمن اسلام تھا مسلمان ہوکر آیا اور جلیل القدر صحابہؓ کی صف میں شامل کیا گیا ان کے علاوہ عبداللہ بن ابی سرح ، سارہ اور کعب بن زہیر بھی جو سب کے سب فاتح کے جانی دشمن تھے معاف کئے گئے ۔

یہ تھی وہ اصلاح جو صرف ۸ سال کے اندر دنیا کی سب سے زیادہ وحشی قوم میں کی گئی تھی آج اس تہذیب و تمدن کے زمانہ میں بھی دنیا کے مہذب ترین قومیں جب کسی دشمن کے شہر میں فاتحانہ داخل ہوتی ہیں تو سب کو معلوم ہے کہ مفتوح شہر پر کیسے کیسے مظالم توڑے جاتے ہیں ۔ بیسویں صدی کی پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں تہذیب مغرب کے علم برداروں نے ایک دوسرے کے ملک میں گھس کر جو تباہیاں پھیلائیں ان کا نظارہ دیکھنے والی آنکھیں ابھی تک موجود ہیں ۔ اس کے مقابلے میں آج سے تقریباً ۱۴ سو سال پہلے کے تاریک زمانہ میں جب کہ دنیا کی تہذیب کا علم خسرو پرویز اور ہرقل جیسے بادشاہوں کے ہاتھ میں تھا عرب کی ایک ان پڑھ اور بادیہ نشین قوم نے اپنے بدترین دشمنوں کے شہر میں داخل ہوکر جو شریفانہ برتاؤ کیا ، کیا تاریخ انسانیت اس کی مثال پیش کر سکتی ہے ؟

درحقیقت اسلام میں جنگ بلا مقصد لڑنے کا تصور ہی نہیں بلکہ اس کے کچھ مقاصد ہوتے ہیں ۔ اصل مقصود یہ ہے کہ عملی خرابیوں کی اصلاح کی جائے اور جنگ کے وحشیانہ طریقوں کو مٹاکر اس مہذب

قانون کو رائج کیا جائے۔ اس کے لیے سب سے پہلے اس غلط تصور کو دلوں سے محو کرنے کی ضرورت تھی جو صدیوں سے جما ہوا تھا۔ لوگوں کی عقلیں یہ سمجھنے سے قاصر تھیں کہ جب مال و دولت کے لئے جنگ نہ کی جائے، ملک و زمین کے لئے نہ کی جائے، شہرت و ناموری کے لئے نہ کی جائے، حمیت و عصبیت کے لئے نہ کی جائے تو پھر جنگ کا اور کون سا مقصد ہوسکتا ہے جس کے لئے انسان اپنی جان جوکھوں میں ڈال دے؟ وہ ایسی جنگ کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے جس کو انسان کی خود غرضی اور نفسانیت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ لہٰذا داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام یہی کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے معانی اور وہ حدود جو اسے جہاد فی سبیل الطاغوت سے ممتاز کرتے ہیں پوری طرح واضح کردیئے اور مختلف طریقوں سے جنگ کے اس پاک تصور کو لوگوں کے ذہن نشین کیا۔

اس تصور کی وضاحت تعلیمات نبوی کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال، الرجل یقاتل للمغنم، والرجل یقاتل للذکر، والرجل یقاتل لیری مکانہ فمن فی سبیل اللہ؟ قال من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھیی العلیا فھو فی سبیل اللہ (۸)

ترجمہ:

"ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور بولا کہ کوئی شخص مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے جنگ کرتا ہے، کوئی شہرت و ناموری کے لئے جنگ کرتا ہے کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لئے جنگ کرتا ہے، فرمایئے کہ ان میں سے کس کی جنگ راہ خدا میں ہے؟ حضور نے جواب دیا کہ راہ خدا کی جنگ تو صرف اس شخص کی ہے جو محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے لڑے۔"

یہی ابو موسیٰؓ روایت کرتے ہیں:

جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ماالقتال فی سبیل اللہ؟ فان احدنا یقاتل غضبا و یقاتل حمیتہ فرفع الیہ رأسہ فقال من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ۔(۹)

ترجمہ:

"ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا کہ "یا رسول اللہ! قتال فی سبیل اللہ کیا ہے؟ ہم میں سے کوئی شخص جوش غضب میں لڑتا ہے اور کوئی حمیت قومی کی بناء پر" آپ نے سر اٹھایا اور جواب دیا کہ "جو شخص اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے لڑتا ہے اسی کی جنگ راہ خدا میں ہے۔"

ابو امامہ باہلیؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا

ارائیت رجلا غزا یلتمس الاجرو الذکر؟مالہ (۱۰)

اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو مالی فائدے
اور ناموری کے لئے جنگ کرتا ہے۔ایسے شخص کو کیا ملے گا؟"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "لاشی لہ۔" اس کو کچھ ثواب نہ ملے گا" سائل کے لئے یہ بات عجیب تھی، پلٹ کر پھر آیا اور پھر یہی سوال کیا۔آپ نے دوبارہ وہی جواب دیا۔اس کا اطمینان اب بھی نہ ہوا۔تیسری اور چوتھی مرتبہ پلٹ پلٹ کر آیا اور یہی سوال کرتا رہا۔آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مطمئن کرنے کے لئے فرمایا:

ان اللہ لایقبل من العمل الا ما کان لہ خالصا وابتغی بہ وجھہ
(۱۱)

ترجمہ:

"اللہ کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ خالص اس کی خوشنودی و رضا کے لئے نہ کیا جائے۔"

عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من غزا فی سبیل اللہ ولم ینو الا عقالا فلہ مانوی (۱۲)

ترجمہ:

"جو شخص خدا کی راہ میں لڑنے کے لئے گیا اور صرف ایک اونٹ باندھنے کی رسی کی نیت بھی کرلی تو بس اس کو وہ رسی ہی ملے گی ثواب کچھ نہ ملے گا۔"

"الغزو غزوان ، فاما من ابتغی وجہ اللہ و اطاع الامام و انفق

کریمتہ ، واجتنب الفساد فان نومہ ونبھہ اجر کلہ و امان من غزا ریاء وسمعتہ وعصی الامام و افسد فی الارض فانہ لایرجع بالکفاف ۔(۱۳)

ترجمہ:

" لڑائیاں دو قسم کی ہیں ۔ جس شخص نے خالص اللہ کی رضا کے لئے لڑائی کی اور اس میں امام کی اطاعت کی ، اپنا بہترین مال خرچ کیا اور فساد سے پرہیز کیا تو اس کا سونا جاگنا سب اجر کا مستحق ہے اور جس نے دنیا کے دکھاوے اور شہرت و ناموری کے لئے جنگ کی اور اس میں امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ برابر بھی نہ چھوٹے گا ۔ (یعنی الٹا عذاب میں مبتلا ہوگا) "

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اول الناس یقضی لھم یوم القیامتہ ثلاثہ رجل استشھد فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفھا قال فما عملت ؟ قال قاتلت فیک حتی استشھدت قال کذبت ولکنک قاتلت لیقال فلان جدی فقد قیل ثم امربہ فسحب علی وجھہ حتی القی فی النار(۱۴)

ترجمہ:

" قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے آدمیوں کا فیصلہ کیا جائے گا ۔ پہلے وہ شخص لایا جائے گا جو لڑکر شہید ہوا تھا ۔ خدا اس کو اپنی نعمتیں جتائے گا اور جب وہ ان کا اقرار کرلے گا تو پھر خدا پوچھے گا کہ تو نے میرے لئے کیا کیا ؟ وہ کہے گا کہ میں نے تیرے لئے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوگیا ۔ اس پر خدا فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا ، تو تو اس لئے لڑا تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص بڑا جری ہے ، سو تیرا یہ مقصد پورا ہوگیا ۔ پھر خدا اس کے لئے عذاب کا حکم دے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا ۔

عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" یجئی الرجل اخذا بیدرجل فیقول یارب ھذا قتلنی فیقول اللہ لہ لم قتلتہ " فیقول قتلتہ لتکون العزہ لک فیقول انھالی

ویجی الرجل اخذا بید الرجل فیقول ان ہذا قتلنی فیقول اللہ لم قتلتہ ؟ فیقول لتکون العزہ لفلان فیقول انہا لیست لفلان فیبوء باثمہ ۔(۱۵)

ترجمہ:

"قیامت کے دن یک شخص دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑے ہوئے آئے گا اور عرض کرے گا کہ اے رب اس نے مجھے قتل کیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا کہ تو نے اسے کیوں قتل کیا ؟ وہ کہے گا کہ میں نے اسے اس لئے قتل کیا تھا کہ عزت تیرے لئے ہو ۔ اس پر خدا فرمائے گا کہ ہاں عزت میرے ہی لئے ہے ۔ پھر ایک دوسرا شخص ایک شخص کا ہاتھ پکڑے ہوئے آئے گا اور عرض کرے گا کہ اس نے مجھے قتل کیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے اسے کیوں قتل کیا ؟ وہ کہے گا کہ میں نے اس لئے قتل کیا کہ عزت فلاں کے لئے ہو ۔ اس پر اللہ کہے گا کہ عزت اس کا حق تو نہ تھی ۔ پھر وہ اس کے گناہ میں پکڑا جائے گا ۔

حاصل بحث

اسلام کے مذکورہ قوانین جنگ ، جنگ کے ہر قسم کے دینوی مقاصد سے پاک کردیتے ہیں ۔ شہرت و ناموری کی طلب ، عزت و فرمانروائی کی خواہش ، مال و دولت اور حصول غنائم کی طمع ، شخصی و قومی عداوت کا انتقام ، غرض کوئی دینوی غرض ایسی نہیں ہے جس کے لئے جنگ جائز رکھی گئی ہو ۔ ان چیزوں کو الگ کردینے کے بعد جنگ محض ایک اخلاقی و دینی فرض رہ جاتی ہے جس کے مہلک و خطرات میں مبتلا ہونے کی از خود خواہش تو کوئی کر ہی نہیں سکتا اور اگر دوسرے کی طرف سے فتنہ کی ابتداء ہو تب بھی صرف اس وقت مقابلہ کے لئے تلوار اٹھا سکتا ہے جبکہ اصلاح حال اور دفع ضرر کے لئے تلوار کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ باقی نہ رہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا دیا کہ :

لاتتمنوا لقاء العدو و اسئلوا اللہ العافتہ
فاذا القیتمو ہم فاصبروا واعلموان الجنتہ
تحت ظلال السیوف ۔(۱۶)

ترجمہ:

" دشمن سے مقابلہ کی تمنا مت کرو بلکہ اللہ سے امن و عافیت کی دعا کیا کرو ۔ مگر جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو پھر جم کر لڑو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے ۔

مراجع، مصادر و حواشی

۱) العسقلانی، احمد بن حجر ۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ۔ قاہرہ طبعتہ السلفیہ ۱۳۵۲ھ کتاب الجہاد

۲) ابن الاثیرابی الحسن علی محمد بن عبدالکریم ۔ اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ ۔ طران، المکتبہ الاسلامیہ ۱۹۵۷ء ص ۱۹۵

۳) الطبری ابی جعفر بن محمد جریر ۔ تاریخ الامم والملوک ۔ قاہرہ مطبعتہ الاستقامتہ، ۱۹۳۹ء ص ۱۹۵

۴) ایضاً ۔ ص ۱۹۶

۵) ایضا ۔

۶) القرآن ۔ ۹۲: ۱۲

۷) الیعقوبی احمد بن ابی یعقوب ۔ تاریخ الیعقوبی ۔ بیروت، دار صار، ۱۳۶۵ھ ص ۶۰ المجلد الثانی ۔

۸) بخاری ۔ محولہ بالا، کتاب الجہاد والسیر ۔

۹) ایضاً ۔

۱۰) مسلم بن الحجاج القشیری ۔ صحیح مسلم ۔ دہلی مطبع مجتبائی ۱۳۰۸ھ کتاب الامارہ ۔

۱۱) ایضاً ۔

۱۲) ابو داؤد سلیمان بن اشعث ۔ سنن ابو داؤد ۔ مصر مصطفیٰ البابی، ۱۵۲ء کتاب الفیٔ ۔

۱۳) ترمذی، امام عیسیٰ محمد، جامع ترمذی ۔ بیروت، دارالکتب العربیہ ۱۳۷۵ھ باب السیر ۔

۱۴) نسائی، احمد بن شعیب بن دینار ۔ سنن نسائی ۔ بیروت، داراحیاء اتراث العربی ۱۳۸۶ھ کتاب الجہاد ۔

۱۵) ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ۔ سنن ابن ماجہ ریاض، مکتبہ تربیتہ العربی لدول الخلیج، باب الجہاد ۔

۱۶) ایضاً ۔